حدیثِ غدیر

سید علی حسینی میلانی

عقائد کے سلسلہ

۱۰

عقائدی سلسلہ

۱۰

حدیث غدیر

تالیف

سید علی حسینی میلانی

ترجمہ

گروہ مترجمین

الصراط پبلیکیشنز

نام کتاب: حدیث غدیر

مؤلف: سید علی حسینی میلانی

ترجمہ: گروہِ مترجمین

اشاعت اول: ذوالحجہ ۱۴۳۵ھ/ اکتوبر ۲۰۱۴ء

تعداد: ۲۰۰۰

ناشر: الصراط پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

فہرست

عرضِ ناشر ---------------------------------- ۵

پیش لفظ ---------------------------------- ۷

حدیثِ غدیر کی نص ---------------------------------- ۱۲

پہلی جہت: وہ تمام کوششیں جو اس حدیث کے اثبات کے لئے کی گئیں ------- ۱۸

حدیث غدیر کے راویان ---------------------------------- ۲۱

حدیث غدیر کو نقل نہ کرنے کے اسباب ---------------------------------- ۲۴

الفاظ کے اعتبار سے حدیث غدیر کے تواتر کا ثابت ہونا ---------------------------------- ۲۷

حدیث غدیر کی امیر المومنین علی علیہ السلام کی امامت پر دلالت ---------------------------------- ۲۹

دوسری جہت: وہ کوششیں جو اس حدیث کو غلط ثابت کرنے کے لئے بروئے کار لائی گئیں ---------------------------------- ۳۲

ادعی کیا گیا کہ علی علیہ السلام حجۃ الوداع موقع پر غدیر خم میں موجود نہ تھے ---------------------------------- ۳۲

کہا گیا کہ غدیر خم والی حدیث صحیح نہیں ---------------------------------- ۳۴

یہ اعتراض کہ حدیث غدیر ایک متواتر حدیث نہیں ہے ---------------------------------- ۳۴

لفظ مولیٰ کا اَوْلیٰ کے معنی میں آنے کا مسئلہ ۳۶

بعض کہتے ہیں حدیث غدیر امامت علی علیہ السلام پر دلالت کرتی ہے لیکن جناب عثمان کے بعد ---------------------------------- ۳۸

ایک اعتراض یہ کہ حدیث غدیر باطنی امامت پر دلالت کرتی ہے ---------------------------------- ۴۰

عرض ناشر

کسی بھی مکتبِ فکر کے عقائد اس مکتبِ فکر کی اساس اور بنیاد ہوتے ہیں، اور عقائد جس قدر مضبوط، مستدل اور محکم ہوں گے اسی قدر وہ مکتبِ فکر کامیاب اور اس کے پیروکار اپنے مکتب پر استقامت اور پائیداری سے کام لیں گے۔ اہل بیت علیہم السلام کے ماننے والوں کو اہل بیت علیہم السلام نے ہمیشہ یہ ہی درس دیا ہے۔ اس کے علاوہ موجودہ دور کے سیاسی اور معاشرتی حالات، میڈیا میں مختلف مکاتبِ فکر کے بارے میں ہر قسم کا اظہار رائے، جوانوں، نوجوانوں کا دوسرے مکاتبِ فکر کے لوگوں کے ساتھ ارتباط میں اضافہ، ساتھ ساتھ صحیح طرز بیان، مستدل طریقہ کار، علمی اور تحقیقی انداز کے فقدان کو مدنظر رکھا جائے تو اس عقیدتی مباحث کی ضرورت اور زیادہ روشن ہو جاتی ہے۔ ہم نے انہی باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس عقائدی سلسلے کا آغاز کیا ہے۔ اس سلسلے میں مذہب تشیع کے ان مسائل پر جید علماء کرام کی تحقیقات کو پیش کریں گے جو ہمارے جوانوں اور نوجوانوں کے ذہنوں میں سوال کے طور پر ابھرتے ہیں تاکہ نہ صرف انہیں اپنے مکتبِ فکر کی صحیح معرفت حاصل ہو بلکہ ان کا عقیدہ بھی مضبوط ہو اور کسی قسم کے فکری خلفشار یا غلط تبلیغات کا شکار ہونے سے بچ سکیں۔

اس سلسلے کی دوسری کاوش یہ کتابچہ ہے جو حدیث غدیر کے عنوان سے شائع ہو رہا ہے، اس موضوع کا انتخاب اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ عنوان مذہب تشیع کو باقی اسلامی مذاہب سے ممتاز کرتا ہے اس کے علاوہ یہ کتابچہ ماہ ذوالحجہ میں شائع ہو رہا ہے اور یہ مہینہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت کے اعلان کا مہینہ ہے لہٰذا ہم نے اس ماہ کی مناسبت سے اس کتابچہ کو دوسرے موضوعات پر ترجیح دی اور شائع کیا۔

البتہ ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اس کتابچے سے ہماری غرض قطعاً کسی کی دل آزاری کرنا نہیں ہے بلکہ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے جوان اپنے عقیدوں کے بارے میں صحیح حقائق کو جان سکیں اور دوسروں کے مقابل میں بغیر دفاع کے نہ ہوں۔ اپنے عقیدوں کو مضبوط کریں اور تبلیغات سوء کا شکار نہ ہوں۔

آخر میں ہم دعا کرتے ہیں کہ یہ کتابچہ بارگاہ حق میں اور اس کے رسول برحق محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی درگاہ میں، اور ان کی آل طاہرہ خصوصا ہمارے زمانے کے امام منتظر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی نگاہ میں مورد قبول واقع ہو اور حقیقت کی تلاش میں سرگرداں افراد کے لئے مشعل راہ قرار پائے۔

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہِ الطَّاهِرِیْنَ وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی اَعْدَائِهِمْ اَجْمَعِیْنَ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ۔

آج رات ہماری گفتگو حدیث غدیر کے بارے میں ہے، یہ وہ عظیم حدیث ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آئمہ اطہار علیہم السلام، بڑے بڑے صحابہ رسول رضی اللہ عنہم اور مختلف صدیوں کے علماء نے بڑی اہمیت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ

اے پیغمبر آپ اس حکم کو پہنچا دیں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے[1]

یہ آیت مبارکہ یومِ غدیر سے متعلق ہے۔ البتہ یہ آیت قرآن کریم میں ان چند آیات کے ذیل میں وارد ہوئی جن میں اللہ تعالیٰ اہلِ کتاب سے خطاب کرتے ہوئے فرمارہا ہے:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا یَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾

اور اگر اہلِ کتاب ایمان لے آتے اور ہم سے ڈرتے رہتے تو ہم ان کے گناہوں کو معاف کردیتے اور انہیں نعمتوں کے باغات میں داخل کردیتے اور اگر یہ لوگ توریت وانجیل اور جو کچھ ان کی طرف پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے سب کو قائم کرتے تو اپنے اوپر اور قدموں کے نیچے سے رزقِ خدا حاصل کرتے، ان میں سے ایک قوم میانہ رو ہے اور زیادہ حصہ لوگ بدترین اعمال انجام

---

[1] (المائدۃ ٦٧)

دے رہے ہیں۔[1]

آیت غدیر کے بعد آنے والی آیت یہ ہے:

قُلْ يَٰٓأَهْلَ الْكِتَٰبِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا التَّوْرَىٰةَ وَالْإِنجِيلَ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ ۗ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَٰنًا وَكُفْرًا ۖ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَٰفِرِينَ ﴿٦٨﴾

کہہ دیجئے کہ اے اہلِ کتاب تمہارا کوئی مذہب نہیں ہے جب تک توریت وانجیل اور جو کچھ پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے اسے قائم نہ کرو اور جو کچھ آپ کے پاس پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے وہ ان کی کثیر تعداد کی سرکشی اور کفر میں اضافہ کردے گا تو آپ کافروں کے حال پر رنجیدہ نہ ہوں۔[2]

ان آیات میں خطاب اگرچہ بظاہر اہلِ کتاب سے ہے۔لیکن یہ آیات اُمّتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھرپور انداز سے منطبق ہوتی ہیں۔ کیونکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ اگر اُمّتِ اسلامیہ حقیقی طور پر ایمان لے آتی اور وہ مؤمن ومتقی بن جاتی۔ تو ضرور ہم ان کے گناہوں کو بخش دیتے اور انہیں نعمتوں سے بھری جنتوں میں ضرور داخل کرتے۔ اور اگر وہ کتاب وسنت اور جو کچھ ان کے ربّ کی جانب سے امیرالمومنین علیہ السلام اور اہلِ بیت اطہار علیہم السلام کے متعلق ان پر نازل ہوا تھا عمل کرتے تو ضرور وہ اوپر سے (آسمان) اور اپنے پیروں کے نیچے (زمین) سے رزق کھاتے۔

اُمّت اسلامیہ کا بھی ایک گروہ استقامت کا راستہ اختیار کئے ہوئے ہے، جب کہ اکثریت جو کچھ کررہی ہے وہ بہت ہی بُرا ہے۔

ہم ایک دفعہ پھر آپ کو آیات کی ترتیب پر غور کی دعوت دیتے ہیں کہ اس آیت تبلیغ:

''اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچا دیجئے اس امر کو جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ربّ کی جانب سے

---

[1] ۔المائدۃ ٦٥۔٦٦

[2] ۔المائدۃ ٦٨

نازل کیا جاچکا ہے'' (المائدۃ ۶۷)، کے بعد کی آیت میں ارشاد ہوتا ہے: ''تم کہہ دو! اے اہلِ کتاب تم، کچھ بھی نہیں ہو سکتے جب تک تم توریت و انجیل پر عمل نہ کرو'' (المائدۃ ۶۸)۔ اور اس سے پہلے کی آیت میں آیا ہے: ''کاش وہ توریت وانجیل پر عمل کرتے'' (المائدۃ ۶۶)۔ اور آیت تبلیغ کے بعد والی آیت میں یہ بھی ارشاد ہوا ہے: ''تمہاری کوئی اہمیت نہیں ہوسکتی اس وقت تک جب تک تم توریت و انجیل پر عمل نہ کرو، اور ان امور پر جو تمہارے ربّ کی جانب سے تم پر اتارے جاچکے ہیں'' (المائدۃ ۶۸)۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا گیا کہ: ''اور ضرور ان میں سے اکثر کی سرکشی اور کفر میں اضافہ ہوگا'' (المائدۃ ۶۸)۔ یعنی اس اُمّت میں سے'' کیونکہ اس امر کی وجہ سے جو تیرے ربّ کی جانب سے تجھ پر اتارا جاچکا ہے، ایک گروہ کی سرکشی اور کفر میں ضرور اضافہ ہوگا لہٰذا پس تم قوم کافرین سے امید نہ باندھنا'' (المائدۃ ۶۸)۔

جس طرح اہلِ کتاب کو اپنی آسمانی کتب پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یعنی یہود توریت پر، عیسائی انجیل پر اور اسی طرح اُمّت مسلمہ کتاب وسنت پر عمل کرنے پر مامور کئے گئے ہیں۔ پس اگر وہ کتاب وسنت پر اور اس پر جو ان کے ربّ کی جانب سے نازل کیا گیا ہے، عمل کرتے ہیں تو وہ ضرور اوپر سے (آسمان) اور پاؤں کے نیچے (زمین) سے رزق حاصل کریں گے۔ لیکن تمہارے ربّ کی جانب سے تم پر نازل شدہ امر کی وجہ سے ان میں سے بڑی تعداد کی سرکشی اور کفر میں اضافہ ہوگا۔[1]

حدیثِ غدیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل شدہ ان امور کی ایک بہترین اور واضح مصداق ہے۔ جس کے ذریعے اللہ نے امت اسلامیہ پر اپنی حجت تمام کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَآ أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۖ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۖ

اے پیغمبر آپ اس حکم کو پہنچا دیں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اگر آپ

نے یہ نہ کیا تو گویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا۔ (المائدۃ ۶۷)۔

ہم نے اپنی حدیثِ دار[۱] سے متعلق بحث میں عرض کیا تھا کہ دعوت ذوالعشیرہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علیہ السلام فرمایا: ''میرے ربّ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنی امت کو اس امر کی تبلیغ کروں جو مجھ پر نازل کیا جاچکا ہے۔ لیکن میں بوجہ تنگدستی ایسا نہ کرسکا۔ یہاں تک کہ جبرائیل نازل ہوئے اور کہا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کام انجام نہ دیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حقیقت میں اس چیز کو پہنچایا ہی نہیں، جس کے لئے بھیجے گئے تھے''۔

پس اسلام کی دعوت، امیر المومنین علی علیہ السلام کی امامت اور باقی آئمہ معصومین علیہم السلام کی خلافت کی اعلان ان امور میں سے ہے جس کی ماموریت اور ذمہ داری ابتدائے رسالت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کے آخری دم تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاندھوں پر رہی۔ کیونکہ یہ آیت تبلیغ، سورہ مآئدہ میں ہے اور سورہ مآئدہ تمام مسلمانوں کے اجماع کے مطابق آخری سورہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی۔

مجھے یاد آرہا ہے کہ اجماع کا یہ قول قرطبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ وہ صراحت کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ سورہ مآئدہ قرآن کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورہ ہے۔ اور جیسا کہ ہماری روایات میں بھی یہ نص موجود ہے کہ سورہ مآئدہ قرآن کریم کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورہ ہے۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بعد علی علیہ السلام کی خلافت کی تبلیغ پر اللہ کی جانب سے مامور تھے، اور لوگوں کو اپنے پورے دورِ رسالت میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کے ساتھ ساتھ علی علیہ السلام کی امامت پر بھی ایمان لانے کی دعوت دیا کرتے تھے۔

حدیث غدیر۔ ایک عظیم المرتبہ حدیث ہے، اور اس کی عظمت کی کئی وجوہات ہیں:

۱۔ عقائدی مباحث کے سلسلے کی ۹۔ کڑی ملاحظہ کریں

ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خطبہ جس میں حدیث غدیر کو بیان کیا وہ زمان ومکان کے لحاظ سے بہت ہی خاص اہمیت رکھتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس خطبے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو الفاظ اور جملے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمائے ہیں، وہ حضرت علی علیہ السلام کی امامت پر اس طرح سے دلالت کرتے ہیں کہ شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

اس بارے میں قرآن کریم کی آیات کا نازل ہونا بھی ان وجوہات میں سے ایک ہے۔

اسی لئے اس حدیث کی باقی رکھنے، نقل کرنے اور نشر کرنے کے لئے بہت سی کوششیں کی گئی ہیں اور اس کے مقابل میں اس حدیث کو چھپانے اور اس میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی بھی بھرپور کوششیں ہوئی ہیں۔

حدیثِ غدیر کی نص

بحث میں داخل ہونے سے پہلے ضروری ہے کہ اس حدیثِ غدیر کی اصل عبارت کو، ایک یا دو معتبر حوالوں سے بیان کیا جائے۔

احمد بن حنبل نے سندِ صحیح سے زید بن ارقم سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں:

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک وادی میں اترے جسے غدیر خم کہا جاتا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز کا حکم دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سخت گرمی میں نماز پڑھائی''۔ پھر زید کہتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک ببول کے درخت پر سورج کی گرمی سے بچاؤ کے لئے ایک کپڑا لٹکا دیا گیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سایہ میں رہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے؟ اور کیا تم یہ گواہی نہیں دیتے کہ میں تمام مومنین پر ان کے نفوس سے زیادہ حق اور اختیار رکھتا ہوں؟ سب نے جواب دیا۔ جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس جس جس کا میں مولا ہوں، بیشک اس کا یہ علی (علیہ السلام) مولا ہے۔ اے اللہ! جو علی (علیہ السلام) سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ، اور جو علی (علیہ السلام) کو دوست رکھے تو اسے دوست رکھ''۔[1]

نسائی نے سندِ صحیح میں ابی طفیل سے، انہوں نے زید بن ارقم سے یہ روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری حج سے واپس ہوئے اور غدیر خم کے مقام پر پہنچے تو حکم دیا کہ سایہ کا انتظام کیا جائے۔ جب سائے کا انتظام ہو گیا تو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''گویا میرا بلاوا آ چکا ہے اور میں اس دعوت پر لبیک کہہ چکا ہوں۔ بلا شبہ یقیناً میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے۔ کتاب اللہ اور میرے اہل بیت علیہم السلام وعترت۔ دیکھنا یہ ہے کہ تم لوگ میرے بعد ان دونوں کے ساتھ کس طرح پیش آتے ہو۔ بلا شبہ یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے جب تک میرے پاس

1۔ مسند احمد ۵/۵۰۱۔ نمبر ۱۸۸۳۸ دار احیاء التراث العربی بیروت

حوض کوثر تک نہیں پہنچ جاتے''۔

پھر فرمایا: ''اللہ تبارک و تعالیٰ میرا مولا ہے، اور میں ہر مؤمن کا ولی ہوں''۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کے ہاتھ کو پکڑ کر فرمایا: ''اور جس کا میں ولی ہوں اس کا یہ علی علیہ السلام بھی ولی ہے۔ اے اللہ جو اِسے (علی علیہ السلام) دوست رکھے تو اُسے دوست رکھ اور جو اِس سے دشمنی رکھے تو بھی اُس سے دشمنی رکھ''۔

ابوالطفیل کہتے ہیں کہ میں نے زید بن ارقم سے پوچھا: ''کیا آپ نے یہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا؟'' انہوں نے جواب دیا: ''بلا شبہ، بعض عبارتوں میں (بلا شبہ کی جگہ اللہ کی قسم کی عبارت آئی ہے)۔ اس وقت سایہ میں بیٹھے ہوئے افراد میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہو اور اسے اپنے دونوں کانوں سے نہ سُنا ہو''[1]

یہ دونوں عبارتیں معتبر اسناد کے ساتھ زید بن ارقم کے حوالے سے نقل کی گئی ہیں۔

چند نکات جن کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے:

پہلا نکتہ: صحیح مسلم [2] میں اور مسند احمد بن حنبل [3] میں اور ان کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے خطاب کیا، یا وہ یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا، لیکن مستدرک [4] میں عبارت اس طرح ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دینے کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد و ثناء بیان کی۔ اور ذکرِ الٰہی بجالائے اور

۱۔ ا۔ فضائل الصحابہ ۱۵۔ نمبر ۴۵۔ دار الکتب العلمیہ بیروت

خصائص امیر المومنینؑ ۹۶۔ نمبر ۷۹۔ مکتبۃ المعلا۔ الکویت ۱۴۰۶ ھج

۲۔ ۴ / ۱۸۷۳ نمبر ۳۶۔ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ ھجری

۳۔ مسند احمد ۵ / ۴۹۸ نمبر ۱۸۸۱۵

۴۔ مستدرک الحاکم ۳ / ۵۳۳، دار الفکر۔ بیروت ۱۳۹۸ ھجری

نصیحت فرمائی، اور جو کچھ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چاہا تھا کہ بیان کریں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ سب کچھ بیان فرمایا۔

ابو بکر الہیثمی، جو حافظ حدیث اپنی کتاب مجمع الزوائد میں لکھتے ہیں:[1]

''اللہ کی قسم! کوئی بھی شئ جو قیامت تک ہونے والی ہے ایسی نہ رہی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن اس خطبہ میں ارشاد نہ فرمائی ہو''۔ کیا ہمیں یہ حق حاصل نہیں کہ ہم راویوں سے یہ پوچھ سکیں، محدثین سے یہ سوال کر سکیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے پیروکاروں اور علمبرداروں سے یہ سوال کر سکیں کہ یہ خطبہ کہاں ہے۔ جو کہ خطبہ غدیر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر کے روز قیامت تک ہونے والی کوئی چیز نہیں چھوڑی اور سب کچھ بیان فرما دیا۔ ان لوگوں نے اسے نقل کیوں نہیں کیا؟ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثناء الٰہی کی، ذکرِ الٰہی بجالائے اور وعظ و نصیحت میں جو کچھ ارشاد فرمانا تھا فرما گئے، تو پھر غدیر کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت کہاں گئی؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن جس چیز کی یاد دہانی کرائی کہاں ہے؟ اور وہ خطبہ کہاں ہے؟ انہوں نے اسے نقل کیوں نہیں کیا؟ کیا یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے محافظ نہ تھے؟ کیا ان کی یہ ذمہ داری نہیں تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہی گئی باتوں کو ہمارے لئے اسی طرح نقل کرتے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ انہوں نے ان باتوں کو نقل کیوں نہیں کیا؟ یہ پہلا نکتہ ہے۔ کیا ان لوگوں کے پاس اس کا کوئی جواب ہے؟

دوسرا نکتہ: ہمارے پاس علم حدیث میں ایک قانون ہے جس کے ذریعے بعض حدیثوں کی تفسیر بعض دوسری حدیثوں سے کی جاتی ہے، جس طرح سے قرآن کی بعض آیات کی تفسیر بعض دوسری آیتیں کرتی ہیں۔ ہم نے ان دونوں مذکورہ عبارتوں میں جو کہ سند اور روایت کے اعتبار سے صحیح حدیثیں ہیں، یہ دیکھا کہ ان میں سے ایک حدیث کہتی ہے۔ ''جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی علیہ السلام

---

[1] مجمع الزوائد ۹/ ۱۰۴۔ ۱۰۵ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۳ ہجری

مولا ہے''۔دوسری حدیث کہتی ہے۔''جس کا میں ولی اس کا یہ علی علیہ السلام ولی ہے''۔کیا آپ یہاں مولا اور ولی کے معنی میں کوئی فرق ملاحظہ کر سکتے ہیں؟ اور کیا یہاں ان دونوں کلموں میں اولویّت کے معنی دینے میں کوئی شبہ کیا جاسکتا ہے؟ بلاشبہ دوسری حدیث کی عبارت پہلی حدیث کی عبارت کی تفسیر کر رہی ہے۔اور اس قسم کی کتنی اور حدیثیں ہمارے پاس موجود ہیں اور ان احادیث کی سند بھی صحیح ہے جو لفظ مولا کی تفسیر کرتی ہیں جس کے بعد مزید کسی اور تفسیر کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

تیسرا نکتہ: مسلم بن الحجاج نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں حدیث ثقلین کے ذیل میں درج کیا ہے کیونکہ یہ ہمیں نسائی کی عبارت میں یوں ملتی ہے: نسائی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''گویا مجھے بلایا گیا ہے اور میں نے اس بلاوے پر لبیک کہہ دیا ہے، اور میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ان میں سے ایک دوسرے سے عظمت میں بڑی ہے، یہ اللہ کی کتاب اور میری عترت علیہم السلام ہیں۔۔۔''، پھر فرمایا:''بلاشبہ اللہ میرا مولا ہے اور میں ہر مؤمن کا ولی ہوں۔۔۔''، پس حدیث کے آخر تک ملاحظہ کریں[1]۔

مسلم نے اس حدیث کو حدیث ثقلین یعنی: انّی تارك فیکم الثقلین کے ذیل میں کچھ الفاظ کے رد و بدل کے ساتھ نقل کیا ہے لیکن انہوں نے بقیہ عبارت کو جو "من کنت مولاہ فھذا علیؑ مولا" سے متعلق ہے، نقل نہیں کیا ہے۔اس کے باوجود ہم مسلم کے شکرگزار ہیں کہ انہوں نے کم از کم حدیث کی اتنی مقدار تو لکھنے کی زحمت کی، کیونکہ بخاری نے تو اس حدیث کو سرے سے نقل ہی نہیں کیا۔ہم مسلم کی اس قلیل امانتداری پر ان کے شکرگزار ہیں۔

ممکن ہے کوئی کہنے والا کہے کہ مسلم کے مشائخ اور راویان حدیث نے مسلم کے لئے حدیث کی اس مقدار سے زیادہ نقل ہی نہیں کیا ہو یا یہ کہ مسلم نے اپنی صحیح کی بنیاد جن شرائط وضوابط پر رکھی ہے اس حدیث کی اسناد میں اسے کوئی ایسی سند نہیں ملی جو ان شرائط پر پوری اترتی ہو سوائے

۱۔خصائص امیر المؤمنینؑ ۹۳، ط الغری

اس حدیث کی سند کے جسے انہوں نے نقل کیا ہے اوراس دم بریدہ شکل میں وارد کیا ہے۔

لیکن ان سب باتوں کا ہمارے لئے ماننا ممکن نہیں ہے۔ پھر بھی ہم اس مقدار روایت کے نقل پر ان کا شکر یہ ادا کرتے ہیں۔

یہ تھے اس حدیث کے بارے میں چند وہ نکات جن کا جاننا ضروری ہے۔

اب ہم اگر حدیث غدیر پر بحث کرنا چاہیں وہ بھی آپ سب اہل علم وفضل اور باخبر افراد کی موجودگی میں، اور وہ بھی حدیث غدیر جیسی حدیث پر جو اہم ترین حدیث ہے، جسے ہر موافق ومخالف نے اہمیت دی ہے تو شاید میرے پاس آج رات آپ کو اس حدیث کے بارے میں بتانے کے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے، البتہ زمان کے اعتبار سے اس حدیث پر بات کرنے کے لئے ایک رات تو کیا دو راتیں بھی کم ہیں۔ لیکن میں آپ کے سامنے اس حدیث کے بارے میں ضروری اور اہم ترین نکات اور بنیادی مطالب کو بیان کروں گا، جسے میں نے تیار کیا ہے تا کہ ان کی تھوڑی وضاحت ہو جائے اور بعض اہم نکات واضح ہو جائیں۔

اگر ہم اپنی اس بحث کے لئے کوئی طریقہ اختیار کرنا چاہیں تو ضروری ہے کہ ہم اس بحث کو درج ذیل طریقے پر استوار کریں۔ اور حدیث غدیر پر دو جہتوں سے گفتگو کریں۔

پہلی جہت: وہ تمام کوششیں جو اس حدیث کے اثبات و روایت وصحت اور نشر واشاعت کے سلسلے میں عمل میں لائی گئیں۔

دوسری جہت: وہ تمام کوششیں جو اس حدیث کو غلط ثابت کرنے، اسے رڈ کرنے یا اس حدیث کو چھپانے اور اس پر شکوک وشبہات وارد کرنے اور اسے کسی بھی صورت میں تحریف کرنے کے لئے انجام دی گئیں۔

پہلی جہت

وہ تمام کوششیں جو اس حدیث کے اثبات کے لئے کی گئیں

یہ جہت کئی نکات پر مشتمل ہے:

پہلا نکتہ:

بلا شبہ واقعۂ غدیر پر غدیر کے دن کچھ قرآنی آیات نازل ہوئیں، ان میں سے ایک آیت خطبہ غدیر سے پہلے نازل ہوئی، جس میں اللہ فرما رہا ہے: يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ...... یعنی اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پہنچا دیجئے ۔۔۔۔'' الی آخر، اور ایک آیت خطبہ غدیر کے بعد نازل ہوئی:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ

آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسندیدہ بنا دیا ہے[1]۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا:

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝۱

ایک مانگنے والے نے واقع ہونے والے عذاب کا سوال کیا[2]

یہ عذاب والی آیت اس وقت نازل ہوئی جب ایک دیہاتی عرب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہی ہوئی باتوں پر اعتراض کیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھنے لگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز کا حکم دیا ہم نے نماز پڑھی، زکوٰۃ کا حکم دیا ہم نے ادا کی...... تا آخر، پھر کہنے لگا اور آج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آکر اپنے چچازاد بھائی کے شانے کو پکڑ کر انہیں ہمارا سرپرست و حاکم بنا ڈالا، کیا یہ امر اللہ کی جانب سے ہے، یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی طرف سے ہے۔ اس دیہاتی نے تقریباً انہی

---

[1] ۔المائدہ ۵ آیت ۳

[2] ۔المعارج ۷۰ آیت ۱

الفاظ میں اعتراض کیا۔ اس پر اللہ کا یہ قول نازل ہوا کہ:

سَاَلَ سَآىِٕلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍۙ﴿۱﴾

ایک مانگنے والے نے واقع ہونے والے عذاب کا سوال کیا[۱]

پس معلوم ہے کہ یہ آیات واقعہ غدیر سے تعلق رکھتی ہیں۔ اگرچہ ہر آیت پر ایک مستقل بحث ممکن ہے، اگر ہم ان آیات کے شان نزول میں وارد ہونے والی روایات کو ہی ذکر کرنا چاہیں تو ہمیں ہر موضوع پر ایک سے زائد مقامات پر بحث کرنا پڑے گی اور جیسا کہ میں پہلے اشارہ کر چکا ہوں کہ صرف ایک نشست میں واقعہ غدیر کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ لہٰذا ہم اسی مقدار پر اکتفاء کرتے ہیں۔ البتہ آپ پر لازم ہے کہ تحقیق کے لئے تفصیلی کتب کی جانب رجوع کریں۔

دوسرا نکتہ: وہ صحابہ جنہوں نے حدیث غدیر کو روایت کیا ہے۔ ان کی تعداد ایک سو بیس سے بھی زیادہ ہے۔ ان میں صحابہ بھی ہیں اور صحابیات بھی شامل ہیں۔ اہل سنت حضرات کے طریقوں کے مطابق ان صحابہ کے نام کتابوں میں موجود ہیں، اور وہ روایات بھی جو ان لوگوں سے نقل کی گئی ہیں، وہ روایات بھی ان کی حدیث غدیر کے عنوان پر لکھی گئی کتابوں میں موجود ہیں۔

البتہ غدیر خم کے مقام پر دیئے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبے میں موجود حاضرین کی تعداد میں اختلاف ہے، ایک قول یوں ہے کہ اس وقت حاضرین کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ اگر یہ تعداد صحیح ہے تو گویا حدیث غدیر کو ہم تک ہر ہزار حاضر صحابہ میں سے ایک نے پہنچایا۔

تیسرا نکتہ: تابعین میں سے جنہوں نے حدیث غدیر کی روایت کو نقل کیا ہے ان کی تعداد صحابہ کی تعداد سے کئی گناہ زیادہ ہے، اور یہ ایک کھلی حقیقت ہے کیونکہ ہر صحابی سے حدیث سننے والے تابعین کی تعداد بلاشبہ ایک سے زیادہ رہی ہوگی، اور ان تابعین نے بھی اس حدیث کو

۱۔ المعارج ۱

اپنے ساتھیوں کونقل کیا ہوگا اوراس طرح یہ سلسلہ چلا ہوگا۔

پس اس طرح مختلف صدیوں میں وہ علماء اہل سنت جنہوں نے حدیث غدیر کونقل کیا، ان کی تعداد سیکڑوں تک جا پہنچتی ہے۔

چوتھا نکتہ: وہ تمام اسناد جن سے حدیث غدیر روایت کی گئی ہے ان کی تعداد کوشمار بھی نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ بہت زیادہ ہیں۔اور یہ حدّتواتر سے بھی زیادہ ہیں۔اس مطلب پر یہ درج ذیل امور دلالت کرتے ہیں:

(۱) حدیث غدیر کی طرق اور اسانید پر کثرت سے کتابیں لکھی گئی ہیں۔اگر ہم ان کو بیان کرنا چاہیں تو اس کے لئے ہمیں بہت سا وقت درکار ہوگا، یعنی اگر سابقہ جید علماء جنہوں نے حدیث غدیر پر کتب تالیف کی ہیں، کے نام بیان کرنے لگیں تواس کے لئے کافی وقت چاہئے ہوگا۔

(۲) وہ مخصوص کتابیں جن میں متواتر احادیث کوجمع کیا گیا ہے ان میں حدیث غدیر کو بھی درج کیا گیا ہے:

سیوطی نے احادیث متواترہ پر ایک سے زائد کتابیں لکھی ہیں جن میں اس نے حدیث غدیر کومتواتر احادیث میں شمار کیا ہے۔

اسی طرح الزبیدی، جو کتاب تاج العروس کے مصنف ہیں، نے احادیث متواترہ پر ایک کتاب لکھی ہے۔جس میں حدیث غدیر بھی درج ہے۔

کتّانی نے احادیث متواترہ پر ایک کتاب لکھی ہے اوراس میں حدیث غدیر کا بھی ذکر موجود ہے۔

اسی طرح شیخ علی متقی الہندی، صاحب کنز العمال نے احادیث متواترہ کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے، جس میں حدیث غدیر موجود ہے۔

شیخ علی القاری الھروی نے بھی احادیث متواترہ پر ایک کتاب لکھی ہے جس میں

حدیث غدیر موجود ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ احادیث متواترہ پر لکھی گئی کتابوں میں حدیث غدیر موجود ہے۔

(۳) نامور حافظین اور محدثین کی ایک بڑی تعداد کو ہم نے اس حدیث کے تواتر کا واضح طور پر اعتراف کرتے ہوئے پایا ہے۔ مثلاً ذہبی کہتے ہیں کہ: ''یہ حدیث متواتر ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حدیث ضرور فرمائی ہے''۔ یہ کون کہہ رہا ہے؟ ذہبی! جو کہ اہل سنت کا ایک سخت متعصب عالم ہے۔

اور حدیث غدیر کے متواتر ہونے کا اعتراف کرنے والوں میں سے ایک ابن کثیر دمشقی ہیں۔[1]

اور اسی طرح جن لوگوں نے حدیث غدیر کے متواتر ہونے کا اعتراف کیا ہے، ان میں ابن جزری شمس الدین[2]، یہ اہل سنت کے بڑے حافظین میں سے ہیں۔

یہ وہ اہم نکات ہیں جن میں سے ہر نکتہ مستقل بحث کا محتاج ہے اور ہمارے پاس ان تمام نکات پر تفصیلی گفتگو کرنے کی مہلت نہیں ہے۔

حدیث غدیر کے راویان

اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ ہم اہل سنت کے ان مشہور جید علماء کے نام ذکر کریں، جنہوں نے حدیث غدیر کو مختلف صدیوں میں نقل کیا ہے۔ ان میں سے مشہور ترین یہ ہیں:

(۱) محمد بن اسحاق، صاحب کتاب السیرۃ۔

(۲) معمر بن راشد۔

---

[1] ۔ البدایۃ والنھایہ ۵ / ۲۱۳

[2] ۔ اسنی المطالب فی مناقب علی علیہ السلام ابن ابیطالب علیہ السلام ۳۔۴)

(۳) محمد بن ادریس شافعی (شافعیوں کے امام)۔

(۴) عبدالرزاق بن ھمام الصنعانی، (بخاری کے استاد)۔

(۵) سعید بن منصور، (صاحب المسند)۔

(۶) احمد بن حنبل (حنبلیوں کے امام اور صاحب مسند)۔

(۷) ابن ماجہ قزوینی (جو صحاح ستہ میں سے سنن ابن ماجہ کے مصنف ہیں)۔

(۸) ترمذی (صاحب کتاب صحیح ترمذی)۔

(۹) ابوبکر البزّار (صاحب مسند بزّار)۔

(۱۰) النسائی (صاحب صحیح نسائی)۔

(۱۱) ابویعلیٰ الموصلی (صاحب مسند ابویعلیٰ)۔

(۱۲) محمد بن جریر الطبری (مشہور کتب تاریخ طبری وتفسیر طبری کے مصنف)۔

(۱۳) ابوحاتم بن حبان (صاحب صحیح)۔

(۱۴) ابوالقاسم طبرانی (معجم طبرانی جو تین جلدوں پر مشتمل ہے، کے مصنف)۔

(۱۵) حافظ ابوالحسن دارقطنی (جو بغداد میں اپنے وقت کے امام تھے، جنہیں اہل سنت حدیث کا امیر المومنین سمجھتے ہیں)۔

(۱۶) حاکم نیشاپوری (صاحب مستدرک)۔

(۱۷) ابن عبدالبر (صاحب الدستیعاب)۔

(۱۸) خطیب بغدادی (صاحب تاریخ بغداد)۔

(۱۹) ابونعیم الاصفہانی (حلیۃ الاولیاء، دلائل النبوۃ اور دیگر کتب کے مصنف)۔

(۲۰) ابوبکر البیہقی (صاحب سنن الکبریٰ)۔

(۲۱) البغوی (صاحب مصابیح السنۃ)۔

(۲۲) جاراللہ زمخشری (صاحب تفسیر الکشاف)۔

(۲۳) ابن عساکر دمشقی (صاحب تاریخ دمشق)۔

(۲۴) فخر رازی (صاحب تفسیر، جو کہ مشہور ہے)۔

(۲۵) ضیاء المقدسی (صاحب المختارۃ)۔

(۲۶) ابن الاثیر الجزری (صاحب اسد الغابۃ)۔

(۲۷) ابوبکر الہیثمی (جو بڑے حافظ حدیث ہیں اور مجمع الزوائد کے مصنف ہیں)۔

(۲۸) حافظ المزی (صاحب کتاب تہذیب الکمال یہ اہل سنت کے بڑے حافظوں میں سے ہیں)

(۲۹) حافظ ذہبی (صاحب تلخیص المستدرک اور دیگر کتب کے بھی مصنف ہیں)۔

(۳۰) حافظ خطیب تبریزی (جو مشکاۃ المصابیح کے مصنف ہیں)۔

(۳۱) نظام الدین نیشاپوری (جو معروف تفسیر کے مصنف ہیں)۔

(۳۲) ابن کثیر دمشقی (صاحب تاریخ وتفسیر دمشقی)۔

(۳۳) حافظ ابن حجر عسقلانی (جنہیں اہل سنت شیخ الاسلام کا لقب دیتے ہیں، یہ ان کے معتمد ترین علماء میں سے ہیں، جن پر نقل حدیث میں اعتماد کیا جاتا ہے اور ان کے جملوں پر اس طرح غور کیا جاتا ہے جس طرح علماء کی باتوں پر کیا جاتا ہے اور خود میری نگاہوں میں بلا شبہ ابن حجر عسقلانی ایک قابل احترام عالم ہیں، جنہوں نے فتح الباری، شرح صحیح البخاری وغیرہ لکھی ہے)۔

(۳۴) العینی الحنفی (صاحب عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری)۔

(۳۵) حافظ جلال الدین سیوطی (جن کی تالیفات بہت زیادہ ہیں)۔

(۳۶) ابن حجر مکی (صاحب صواعق محرقہ جو انہوں نے شیعوں کی ردّ میں لکھی ہے)۔

(۳۷) شیخ علی المتقی الہندی (صاحب کنز العمال)۔

(۳۸) شیخ نور الدین حلبی (صاحب سیرۃ حلبیۃ)۔

(۳۹) شاہ ولی اللہ دہلوی (ان کی بہت سی تصنیفات ہیں ان کو علامہ الہند کہتے ہیں اور ان کی تالیفات اور اس میں موجود روایات پر اہل سنت اعتماد کرتے ہیں)۔

(۴۰) شہاب الدین الخفاجی (یہ ایک محقق ومحدّث اور ادیب تھے۔ ان کی ایک شرح ہے جو انہوں نے قاضی عیاض کی کتاب الشفاء پر لکھی ہے۔ ان کا تفسیر البیضاوی پر ایک حاشیہ بھی ہے۔ ان کی یہ دونوں کتابیں معتبر مانی جاتی ہیں)۔

(۴۱) الزبیدی (صاحب تاج العروس)۔

(۴۲) احمد زینی دحلان (صاحب سیرۃ دحلانیۃ ہیں جو ایک مشہور کتاب ہے)۔

(۴۳) شیخ محمد عبدہ مصری (صاحب تفسیر اور شرح نہج البلاغہ ہیں اور اس کے علاوہ دیگر کتب کے بھی مصنف ہیں)۔

یہ وہ مختلف مشہور علماء اہل سنت ہیں۔ جنہوں نے مختلف صدیوں میں حدیث غدیر کو روایت کیا ہے۔

حدیث غدیر کو نقل نہ کرنے کے اسباب

یہاں مختصر ہی سہی لیکن اس گفتگو کا کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر بحث کرنے والا تعصب سے آزاد، انصاف پسند ہو کر حدیث غدیر کی اسناد اور اس کے الفاظ اور اس حدیث کے متن کو ملاحظہ کرے تو اسے متن حدیث میں ہی بہت سے ایسے شواہد ملیں گے جو اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل نہ کرنے کے اسباب پر دلالت کرتے ہیں یا اس حدیث کے نقل کرنے سے مانع ہیں، مثلاً راوی کہتا ہے:

میں نے ابن ابی اوفیٰ کو ان کے نابینا ہونے کے بعد ان کے گھر کی دہلیز پر دیکھا تو میں

نے ان سے حدیث کے بارے میں سوال کیا تو وہ کہنے لگے: ''اے اہل کوفہ! تم میں بہت سی خرابیاں ہیں، میں نے کہا: اللہ آپ کی اصلاح فرمائے! میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں؛ آپ مجھ سے کوئی عار محسوس نہ کریں۔ جب وہ میری جانب سے مطمئن ہو گئے تو انہوں نے کہا: تمھاری مراد کون سی حدیث ہے؟ راوی کہتا ہے میں نے کہا: علی علیہ السلام کے بارے میں غدیر خم والی حدیث۔ وہ کہنے لگا: یہ صحابہ کی گڑھی ہوئی ہے''[1]۔

راوی کہتا ہے: ''میں زید بن ارقم کے پاس آیا اور میں نے اس سے کہا: بلاشبہ میرے داماد نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے علی علیہ السلام کی شان میں غدیر خم والی حدیث مجھ سے بیان کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی اسے سنوں۔ اس پر وہ کہنے لگے۔ اے اہل عراق تم میں بے شمار خرابیاں ہیں؛ میں نے ان سے کہا: آپ میری جانب سے مطمئن ہو جائیں، وہ کہنے لگے: اچھا۔ جب وہ میری طرف مطمئن ہو گئے تو کہنے لگے: ہاں ہم جحفہ کے مقام پر تھے.......... تا آخر حدیث۔ میں نے ان سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ: اللّٰھم وال مَنْ والاہ وعاد من عاداہ؛ (اے اللہ جو اس (علی علیہ السلام) سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر اور جو اس سے دشمنی کرے تو بھی اس سے دشمنی رکھ)۔ انہوں نے جواب دیا: میں نے جو سنا تھا وہ تمہیں بتا دیا۔ یہ حدیث مسند میں ہے[2]۔

آپ اس حدیث کو جو مسند میں زید بن ارقم سے نقل ہوئی ہے اس حدیث سے ملائیں، جو ہم نے بحث کے شروع میں زید بن ارقم کے حوالے سے نقل کی تھی۔ مسند نے حدیث کے اس ٹکڑے کو یہاں ذکر نہیں کیا ہے جو کہ حدیث کے ذیل میں ہے۔ لیکن وہاں کہا ہے کہ:

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک وادی میں پہنچے جسے غدیر خم کہا جاتا ہے.......... آخر حدیث تک۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فمن کنت مولاہ فانّ علیاً مولاہ اللّٰھم عاد

۱۔ مناقب علی علیہ السلام ابن ابیطالب علیہ السلام ابن مغازلی ۱۶

۲۔ مسند احمد ۴/۳۶۸

من عاداہ و وال من والاہ"۔ بلاشبہ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی علیہ السلام بھی مولا ہے۔ اے اللہ جو اسے (علی علیہ السلام) دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ، اور جو اس سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔ یہ بھی مسند احمد میں موجود ہے[1]۔

احمد نے ان دونوں حدیثوں کو ایک دوسرے سے الگ کئی صفحات کے فاصلہ سے نقل کیا ہے۔ ان میں سے ایک حدیث میں زید بن ارقم نے حدیث کے اس آخری حصے کو اس شخص کے لئے ذکر نہیں کیا ہے۔ لیکن وہاں ایک دوسرے شخص کے لئے یہ جملہ بھی نقل کیا ہے۔

میں آپ کو طبرانی کی المعجم الکبیر سے ایک اور حدیث پیش کروں گا جس میں آپ دیکھیں گے کہ زید بن ارقم نے حدیث کے اس ٹکڑے کو اس راوی کے لئے بھی ذکر کیا ہے۔ راوی مزید کہتا ہے کہ میں نے سعد بن ابی وقاص سے، جو حدیث غدیر کے راویوں میں سے ایک ہیں اور بڑے صحابہ میں سے ہیں اور بقول ان کے عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، کہا: میں آپ سے ایک چیز کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں لیکن میں آپ سے ڈر رہا ہوں۔ (یعنی یہ اپنے درمیان موجود تقیہ کا اظہار فرمارہے ہیں) سعد بن ابی وقاص نے کہا: تمہیں جو پوچھنا ہے پوچھو۔ میں تو تمہارا چچا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے سعد سے کہا: پس غدیر خم میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ لوگوں کے درمیان کیا ہوا؟ پس سعد نے اسے (راوی کو) حدیث غدیر روایت کی[2]۔

غور کیجئے، راوی جب حدیث غدیر سے متعلق سوال کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے: میں آپ سے ایک چیز کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں، لیکن میں آپ کی جانب سے اپنے لئے خوفزدہ ہوں۔

آپ دیکھیں اس وقت حدیث غدیر کو جن مخصوص حالات کا سامنا تھا وہ کتنے مشکل حالات تھے؛ لوگ کس طرح اس حدیث تک ان طور طریقوں کو اپنا کر بمشکل پہنچ پاتے تھے۔

راوی کہتا ہے کہ جب ایک شخص اس حلقۂ مجلس میں جس میں زید بن ارقم بیٹھے تھے پہنچا

۱۔ مسند احمد ۴/ ۳۷۲

۲۔ کفایۃ الطالب فی مناقب علی علیہ السلام ابن ابیطالب علیہ السلام ۶۲۰

اور آتے ہی کہنے لگا کیا تم میں زید ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں! زید یہ رہے، وہ شخص زید سے کہنے لگا: میں آپ کو اس اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے سوئی کوئی معبود نہیں، کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علی علیہ السلام کے لئے یہ جملہ سنا ہے: "من كنت مولاه فعلیؑ مولاه اللّهم وال من والاه وعاد من عاداه" (جس کا میں مولا ہوں اس کا علی علیہ السلام بھی مولا ہے، اے اللہ! جو اسے (علی علیہ السلام) دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ، اور جو اس سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ)؟ زید نے جواب دیا ہاں۔ یہ سن کر وہ شخص چلا گیا۔

گویا یہ شخص جب زید سے اس حدیث کے بارے میں پوچھ رہا ہے تو انہیں اللہ کی قسم دلوا رہا ہے۔ تاکہ زید اسی طرح اس حدیث کو بیان کریں جیسا کہ خود انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ یہاں پر ہم حدیث غدیر کی سند اور متن کے متعلق امور پر گفتگو کو تمام کرتے ہیں۔

الفاظ کے اعتبار سے حدیث غدیر کے تواتر کا ثابت ہونا

ہم نے دیکھا کہ یہ حدیث ایک متواتر حدیث ہے بلکہ بلاشبہ یہ حدّ تواتر سے بھی کئی گنا بڑھ کر ہے۔ اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں تو تر کی تین قسمیں ہیں:

۱۔تواتر لفظی ۲۔تواتر اجمالی ۳۔تواتر معنوی

اہل سنت کا اس حدیث کو احادیث کی اپنی ان کتابوں میں جو انہوں نے متواتر احادیث کے عنوان پر لکھی ہیں، ذکر کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک انہی الفاظ کے ساتھ تو تر سے نقل ہوئی ہے۔ اور یہ ایک اہم بات ہے۔ کیونکہ اگر آپ مراجعہ کریں، تو آپ کو ملے گا کہ وہ کتب حدیث اور علم درایت حدیث میں خود کہتے ہیں کہ احادیث میں تواتر لفظی بہت کم پایا جاتا ہے، بلکہ انہوں نے تواتر لفظی کو فقط حدیث "انّما الاعمال بالنّیات" میں محصور کر دیا ہے۔ بسا اوقات وہ اس حدیث کے ساتھ دوسری حدیث کو بھی شمار کر لیتے ہیں۔ اسی طرح

ان کا دعویٰ ہے، اور وہ کہتے بھی ہیں کہ ہم تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو متواتر احادیث پہنچی ہیں وہ یا تواتر اجمالی یا تواتر معنوی کی اقسام میں سے ہیں۔ اور ایسا اکثر ہم تک پہنچی ان احادیث میں ہے جنہیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یقینی طور پر منسوب کر سکتے ہیں لیکن حدیث غدیر میں تواتر لفظی موجود ہے اور یہ خود اس حدیث کی اہمیت کو بیان کرتی ہے۔ لہٰذا اس نکتے پر دِقت نظر ضروری ہے کیونکہ یہ ایک اہم نکتہ ہے یہاں ہماری حدیث کے متن اور عبارت سے متعلق بحث کے بعد اس کی سند پر بھی ہماری بحث تمام ہوئی۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ ایک قطعی السند اور متواتر حدیث ہے۔ شیخ عبد العزیز دہلوی نے بھی، جو تحفہ اثناعشریہ نامی کتاب کے مصنف ہیں، اس حدیث کے متواتر لفظی ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ البتہ اس کتاب کو آلوسی البغدادی نے خلاصہ کر کے عربی میں بھی شائع کی ہے۔ جسے بعض دشمنانِ دین نے نشر کیا ہے جس میں شیعوں اور اہل بیت علیہم السلام پر لعن اور سب و شتم کیا گیا ہے۔

مولوی عبدالعزیز دھلوی نے اپنی کتاب تحفۂ اثناعشریہ میں کہتا ہے:

اگر حدیث حدّ تواتر تک پہنچ جائے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قطعی الصدور کی حد تک ہو تو پھر یہ حدیث منزلت میں آیت قرآنی کے برابر ہے۔ پس جس طرح اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن اور اس کی عبارتیں جو ہم تک پہنچی ہیں تواتر قطعی سے برخوردار ہیں۔ بالکل اسی طرح ہر وہ حدیث جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے اور وہ ہم تک ایسے اسناد کے ہمراہ پہنچ جائے، جس سے ہمیں قطعیّت اور یقین حاصل ہو جائے، تو وہ حدیث بھی آیت قرآنی کے حکم میں ہے، اور قرآن کی ہم پلہ ہے۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول (من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ) قرآن کریم کی آیت کے ہم پلہ ہوا کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ قول بلا شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صادر ہوا ہے۔

حدیث غدیر کی امیر المومنین علی علیہ السلام کی امامت پر دلالت

اس مقام پر اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اس حدیث سے جس کا متواتر ہونا قطعی ہے۔امیر المومنین علی علیہ السلام کی امامت پر استدلال کریں۔

اس حدیث سے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں سے اقرار لے کر اور ان سے یہ گواہی دلوا کر کہ وہ ان لوگوں کی جانوں پر ان سے زیادہ تصرف اور اولویت رکھتے ہیں اور ساتھ ہی اللہ کے اس قول کی طرف بھی اشارہ فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ

بے شک نبی تمام مومنین سے ان کے نفس کے بہ نسبت زیادہ اولیٰ ہے

اور ان کی بیویاں ان سب کی مائیں ہیں[1]۔

آیت کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی ان تمام اشیاء پر جن پر وہ لوگ حاکمیت اور ولایت رکھتے ہیں، زیادہ اولویت اور حاکمیت رکھتے ہیں۔پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہی معنوں میں ان سے اقرار لیتے ہوئے فرمایا:''جس کا میں ولی ہوں'' یا بعض میں یہ الفاظ آئے ہیں:''جس کا امیر ہوں''، ''اس کا یہ علی علیہ السلام مولا ہے'' یا آیا ہے''اس کا یہ علی ولی ہے'' یا فرمایا:''اس کا یہ علی امیر ہے'' تا آخر حدیث۔پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کے لئے ان سب اشیاء پر ولایت کو ثابت فرمایا ہے جن پر خود ان کی ذات کو ولایت حاصل تھی۔یعنی لوگوں کی جانوں پر اختیار اور تصرف جس طرح نبی کو حاصل تھا۔اس کے بعد وہاں موجود سب نے علی علیہ السلام کی بیعت بھی کی اور انہیں امیر المومنین کہہ کر سلام کیا، اور انہیں مبارکباد پیش کی اور آپ کی شان میں اشعار کہے۔

حدیث غدیر سے امیر المومنین کی ولایت کے استدلال کا مرکز و محور 'مولیٰ' کا کلمہ ہے۔جو کہ بمعنی اولیٰ (بالتصرف) کے آیا ہے جیسا کہ یہ کلمہ قرآن کی سورۃ الحدید میں اسی معنی میں استعمال ہوا

۱۔احزاب ٦

ہے، اور یہ کلمہ معتبر احادیث میں بھی اسی معنی کو پہنچانے کے لئے آیا ہے یہاں تک کہ دونوں صحیحوں میں ہے اس کے علاوہ عربی اشعار اور فصیح استعمال میں بھی پایا گیا ہے۔ پس کتاب وسنت اور عربی زبان کے روزمرہ فصیح استعمال کی روشنی میں امام علی علیہ السلام کی امامت پر ہمارا استدلال مکمل ہوا۔

اس حدیث کے مطابق امیر المومنین علیہ السلام لوگوں کی جانوں پر خود ان سے زیادہ اولویت رکھتے ہیں۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ ہر وہ شخص جو حقیقی مؤمن ہو یا ایمان کا دعویدار ہو، ان سب کے نفوس پر امیر المومنین علیہ السلام کی اولویت وحاکمیت واضح ہے۔ ان میں بڑے بڑے صحابہ بھی شامل ہیں اور بڑے بڑے مشائخ بھی......الی آخر۔ یہی استدلال کی صحیح صورت ہے۔

لیکن مقام استدلال پر ضروری ہے کہ ہم تحقیق کریں اور دیکھیں کہ دوسرے اس استدلال کے جواب میں کیا کچھ کہتے ہیں اور یہی اس حدیث کی دوسری جہت ہے۔ یہاں تک کا خلاصہ یہ ہوا کہ بلاشبہ حدیث غدیر کی جڑیں قرآن کریم میں ہیں، اس کی جڑیں سنت نبوی میں بھی پائی جاتی ہیں جس پر دونوں فریقین متفق ہیں، اسی طرح اس کی جڑیں روایات اور دوسرے آثار میں بھی ملتی ہیں۔

حدیث غدیر پر دلائل و براہین اور استدلال بہت زیادہ ہیں جو امیر المومنین علیہ السلام کے کلام کے علاوہ جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اور ان کے بعد آئمہ اطہار علیہم السلام کے ارشادات میں بھی پایا جاتا ہے، اس کے علاوہ بڑے بڑے صحابہ اور علماء کی جانب سے بھی اس پر دلائل پیش کئے گئے ہیں، نیز بڑی تعداد میں صحابہ سے اس واقعہ کی نسبت اشعار بھی کہے گئے ہیں اور ان کے بعد آنے والی صدیوں کے دوران مختلف شعراء نے شعری مجموعہ نظم کئے ہیں جن میں حدیث غدیر کا بیان ہوا ہے۔

اگر ہم اس بحث میں چلے جائیں تو یہ بحث کافی طولانی ہو جائے گی، کیونکہ میری نظر میں صرف اس بارے میں کہے اشعار کی بحث ایک سے زیادہ جلسات کی محتاج ہے، اسی طرح

حضرت فاطمہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کی حدیث غدیر کے ذریعے قائم کی گئی حجت اور استدلال ایک نمایاں اہمیت رکھتی ہے کیونکہ جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فاطمہ سلام اللہ علیہا کا استدلال کوئی چھوٹی بات نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "فاطمہ سلام اللہ علیہا بضعة منی" یعنی فاطمہ سلام اللہ علیہا میرا حصہ ہے، یہ حدیث صحاح میں موجود ہے اور فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی افضلیت پر ان کتابوں میں ایک سے زائد حدیثیں موجود ہیں۔ حتیٰ کہ شیخین سے بھی اس ذیل میں روایات درج ہوئی ہیں۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ اہل سنت کے نزدیک افضلیت خلافت کی ترتیب سے ہے یعنی ان کے نزدیک فضیلت کے اعتبار سے علی علیہ السلام کا مقام عثمان کے بعد، اور خود عثمان کا شیخین کے بعد نمبر آتا ہے۔ یہی ان کے پاس مشہور طریقہ ہے۔ لیکن ان میں سے بعض زہرا سلام اللہ علیہا کو شیخین پر افضلیت دیتے ہیں اور حدیث "فاطمة بضعة منی" بھی اس افضلیت کا تقاضا کرتی ہے۔

انشاء اللہ جب ہم سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے بارے میں گفتگو کریں گے تو وہاں ہم ان باتوں کا ذکر کریں گے۔ کیونکہ یہ ایک انتہائی اہم بات ہے۔ یعنی فاطمہ سلام اللہ علیہا وہ دوسری ہستی ہیں جنہوں نے حدیث غدیر سے استدلال کیا تھا۔

ان تمام شواہد سے قطع نظر کرنے کی صورت میں بھی اس حدیث کے لئے سنت قطعیہ سے کثیر تعداد میں شواہد موجود ہیں جیسا کہ حدیث الولایۃ، اس حدیث پر ہم عنقریب بحث کریں گے، اور اسے ایک مستقل موضوع قرار دے کر عنوان کلام بنائیں گے اور انشاء اللہ اس حدیث پر ہم سند اور دلالت کے اعتبار سے بحث کریں گے۔ کیونکہ یہ حدیث (ولایت) بھی بعینہ حدیث غدیر کی طرح ہے۔

دوسری جہت:

وہ کوششیں جو اس حدیث کو غلط ثابت کرنے کے لئے بروئے کار لائی گئیں:

آپ لوگ یہ تو جانتے ہی ہیں کہ علماء اہل سنت واقعات وحقائق سے بری الذمہ ہونا چاہتے ہیں اور اکثر واقعات کا انکار کرتے ہیں، یا ان واقعات کی توجیہ پیش کر کے حقائق کو مسخ کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔا ۭ[1]

اور محمد تو صرف ایک رسول ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو تم اُلٹے پیروں پلٹ جاؤ گے تو جو بھی ایسا کرے گا وہ خدا کا کوئی نقصان نہیں کرے گا۔ لیکن یہ لوگ جو کچھ انہوں نے کیا ہے اس سے اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دینا چاہتے ہیں، جب کہ وہ اس آیت مبارکہ کے مصداق ہیں۔ آئیں ذرا دیکھیں یہ لوگ حدیث غدیر کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

ادعیٰ کیا گیا کہ علی علیہ السلام حجۃ الوداع کے موقع پر غدیر خم میں موجود ہی نہ تھے

اور یقیناً آپ کو تعجب ہوگا اور ہنسی آئے گی جب کوئی کہنے والا سب سے پہلے یہ کہے کہ علی علیہ السلام تو حجۃ الوداع میں موجود ہی نہ تھے۔ اس وقت تو علی علیہ السلام یمن میں تھے۔ پس ہر وہ حدیث جس میں یہ بات آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کے ہاتھوں کو پکڑا تا کہ لوگوں کو علی علیہ السلام کی منزلت بتا سکیں اور یہ فرمائیں کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی علیہ السلام بھی مولا ہے۔ کہتے ہیں یہ

۱۔ آل عمران آیت ۱۴۴

ساری احادیث جھوٹی ہیں، کیونکہ بقول ان کے علی علیہ السلام تو یمن میں تھے، آپ کو اور حیرت ہو گی جب یہ کہنے والا فخر رازی جیسا شخص ہو۔

لیکن حسن اتفاق یہ ہے کہ ابن حجر مکی مصنف کتاب صواعق محرقہ نے اس کلام کو رڈ کیا ہے[1]۔ اسی طرح حدیث کے وہ شارحین جن کی طرف ہم اکثر فہم حدیث کے سلسلے میں رجوع کرتے رہتے ہیں انہوں نے بھی فخر رازی کے اس قول کو رڈ کیا ہے۔

میں نے اپنی بحث وتحقیقات میں بھی یہی پایا ہے۔ میں نے اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے المناوي صاحب فیض القدیر جو کہ شارح جامع الصغیر ہیں، اور شیخ علی القاری جو کہ شارح شفاء ہیں جو کہ قاضی عیاض کی ہے اور صاحب العرقاۃ فی شرح المشکاۃ میں رجوع کیا ہے۔ اسی طرح زرقانی المالکی صاحب شرح المواھب اللدّنیۃ جیسی شرحوں کی جانب رجوع کیا، ان شارحین کی جانب رجوع کیا کیونکہ ان کا شمار حدیث کے بڑے شارحین میں ہوتا ہے اور یہ لوگ فہم حدیث میں ایک بڑا مقام رکھتے ہیں اور ان کی باتیں حدیث کی تشریح اور مقصد بیان کرنے کے سلسلے میں حجت اور دلیل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ میں نے ان کی طرف رجوع کیا ہے تاکہ ان کی باتوں سے ان پر دلیل قائم کرسکوں اور ان لوگوں کو انہی کے علماء کے اقوال سے جواب دے سکوں۔

علی القاری نے المرقاۃ میں جو کہ شرح ہے المشکاۃ پر، لکھا ہے کہ فخر رازی کا یہ قول باطل ہے۔ کیونکہ یہ ثابت شدہ بات ہے کہ علی علیہ السلام یمن سے واپس آچکے تھے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آخری حج میں موجود تھے[2]۔

صحاح میں نیز ایک حدیث ہے جو احرام سے خارج ہونے سے متعلق ہے۔ ان تمام نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ جن میں اصحاب صحاح ستہ اور دیگر شامل ہیں وہ سب اس روایت میں کہتے ہیں کہ علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں موجود تھے۔

---

[1]۔ الصواعق المحرقۃ ۲۵

[2]۔ المرقاۃ فی شرح المشکاۃ ۵/ ۵۷۴

پس فخر رازی کا یہ قول کہ علی علیہ السلام اس وقت یمن میں تھے ایک اور جہت سے اس حدیث کی صحت پر دلیل ہے۔ اور اس جہت سے امیر المومنین علیہ السلام کی امامت حدیث غدیر کے توسط سے تمام ہوتی ہے۔

کہا گیا کہ غدیر خم والی حدیث صحیح نہیں ہے

یہ ایک اور مقام ہے جسے حدیث غدیر کی ردّ میں بیان کیا گیا ہے۔ بعض اہل سنت علماء کہتے ہیں کہ ہم اس حدیث کی صحت کو تسلیم نہیں کرتے، انہی میں فخر رازی بھی شامل ہیں۔ ہم اس سے قبل ان کے بہت سے بڑے علماء سے یہ بات نقل کر چکے ہیں کہ حدیث غدیر ان کے ہاں بھی حدیث متواتر ہے اور انہوں نے نہ صرف اس کے تواتر کا واضح طور پر اعتراف کیا ہے بلکہ اس حدیث غدیر کو اپنی بہت سی کتابوں میں متواتر حدیث کے طور پر ذکر کیا ہے۔

یہ اعتراض کہ حدیث غدیر ایک متواتر حدیث نہیں ہے

یہاں ایک تیسرا مطلب ہے جیسے ابن حزم الاندلسی اور اس کے بعض پیروکاروں نے کہا ہے اور آپ دیکھیں گے کہ شیخ سلیم البشری المالکی نے سید شرف الدین کو لکھے گئے جوابی خط میں بھی یہ نکتہ اُٹھایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ شیعہ حضرات امامت کو اصول دین میں سے شمار کرتے ہیں اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اصول دین احادیث متواتر یا قطعی دلائل کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتے اور حدیث غدیر کا متواتر ہونا ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہے۔ اس لحاظ سے حدیث غدیر سے علی علیہ السلام کی امامت ثابت نہیں ہوتی۔

اس اعتراض کا خلاصہ یہ ہوا کہ حدیث غدیر متواتر نہیں ہے۔

پہلا اعتراض حدیث غدیر کی صحت پر تھا پھر ان سب نے حدیث غدیر کی صحت کو تسلیم

کرلیا اب صرف اس کے تواتر ہونے پر اعتراض ہے۔ اور ان کا کہنا ہے کہ اگر اس حدیث کا تواتر ثابت نہ کیا جا سکا تو امامت علی علیہ السلام بھی ثابت نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ وہ حدیث جو ظنی الدلالۃ ہو اگرچہ صحیح اور معتبر ہی کیوں نہ ہو مگر اس سے اصولِ دین ثابت نہیں کئے جا سکتے۔ کیونکہ اصول دین کو ثابت کرنے کے لئے حدیث کا قطعی الدلالہ اور یقینی الصدور ہونا ضروری ہے اور ظنی الدلالۃ حدیث قطع اور یقین آور نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس وجہ سے اس سے کسی قطعی بات کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کسی طرح حدیث غدیر کا عدم تواتر ثابت کیا جا سکے تو یہ اشکال ایک بنیادی اشکال ہوگا۔

لیکن ہم ذہبی، ابن کثیر، ابن جزری، سیوطی، کتانی، زبیدی، متقی الہندی، شیخ علی القاری جیسے جید علمائے اہل سنت کے اعتراف کے ذریعہ اہل سنت کو حدیث متواتر کو ماننے پر مجبور کر سکتے ہیں۔

ابنِ حزم جس کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ وہ ناصبیوں میں سے تھا۔ نیز اس کے بارے میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ بلاشبہ ابن حزم کی زبان اور حجاج کی تلوار دونوں ہی ظلم اور شقاوت کی مثال تھے اور ان سے بھی زیادہ شقی ترین وہ ہے جو ان کی پیروی کرے، اور ان کی کہی ہوئی باتوں کو مانے اور ان کے باطل کلمات اور فضول باتوں پر یقین کرے۔

یہاں ہم وقت کی کمی کی وجہ سے اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتے، وگرنہ میں آپ کو اس شخص کی بعض بیہودہ باتوں کو جو اس نے کی ہیں ضرور بیان کرتا، ایسی باتیں جو ایسے شخص پر کفر کے حکم کا تقاضا کرتی ہیں۔

پس یہ اشکال بھی دُور ہو جاتا ہے، کیونکہ اہل سنت کے بڑے بڑے آئمہ نے حدیث غدیر کے متواترات میں سے ہونے کو بیان کیا ہے۔

لفظ مولیٰ کا اولیٰ کے معنی میں آنے کا مسئلہ

ایک عمدہ اعتراض جو حدیث غدیر پر کیا جاتا ہے وہ اس حدیث میں مولا کے معنی سے متعلق

ہے کہ کیا وہ اَولیٰ کے معنی دیتا ہے کہ نہیں۔ شیخ عبدالعزیز الدھلوی کتاب تحفۂ اثناعشریہ کے مصنف کہتے ہیں کہ تمام اہل لغت کا اجماع ہے کہ مولا اولیٰ کے معنی میں نہیں آتا۔ یعنی وہ لفظ مولیٰ کا اَولیٰ کے معنی میں آنے کا انکار کرتے ہیں اور اس انکار پر تمام اہل لغت کے اجماع کے بھی دعویدار ہیں۔

ہم جواب میں کہتے ہیں:

(۱) سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہم اس حدیث سے استدلال ہی نہیں کرتے جس میں لفظ مولیٰ استعمال ہوا ہے، بلکہ ہم حدیث غدیر کی ان دوسری روایتوں سے استدلال کرتے ہیں جن میں کلمۂ 'ولی' یا کلمہ 'امیر' یا اس معنی کے دیگر الفاظ بیان ہوئے ہیں۔

(۲) ہم مانتے ہیں کہ بعض حدیثیں دوسری حدیثوں کی تفسیر کرتی ہیں۔ لہٰذا حدیث غدیر کو دوسری احادیث کی عبارتوں کے ذریعے تفسیر کر کے معترض کے اشکالات وابہامات کو دور کیا جاسکتا ہے۔ جس سے کوئی مشکل باقی ہی نہیں رہے گی۔

(۳) تیسرا جواب یہ ہے کہ سورۃ الحدید میں آیت کریمہ موجود ہے اور احادیث صحیحہ ہیں حتیٰ صحیحین میں بھی موجود ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کلمۂ 'ولی' کے معنیٰ اولیٰ کے ہیں۔ یہ ہم قرآن وحدیث اور عربی اشعار کی روشنی میں واضح کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے کافی وقت درکار ہوگا اور اس کتابچہ میں ہم اس حد تک بحث کی گہرائی میں جانے کے متحمل نہیں ہوسکتے۔

زیادہ سے زیادہ ہم ان بڑے علماء لغت، تفسیر اور ادباء کا نام پیش کر سکتے ہیں جو اہل سنت سے تعلق رکھتے ہیں۔ جنہوں نے واضح انداز میں بیان کیا ہے کہ بیشک کلمۂ مولیٰ، اَولیٰ کے معنی میں آتا ہے۔ ان میں سے:

(۱) ابوزید الانصاری۔ (مشہور صاحب لغت)۔

(۲) ابوعبیدۃ البصری معمر بن المثنیٰ۔

(۳) ابوالحسن الاخفش۔

(۴) ابوالعباس ثعلب۔

(۵) ابوالعباس المبرد۔

(۶) ابواسحاق الزجاج۔

(۷) ابوبکر بن الانباری۔

(۸) ابوالنصر الجوہری (صاحب کتاب صحاح اللغۃ)۔

(۹) جاراللہ زمخشری (صاحب الکشاف)۔

(۱۰) الحسین البغوی (صاحب تفسیر وصاحب مصابیح السنۃ)۔

(۱۱) ابوالفرج ابن الجوزی الحنبلی۔

(۱۲) البیضاوی (صاحب تفسیر البیضاوی)۔

(۱۳) النسفی (جو کہ معروف تفسیر کے مصنف ہیں)۔

(۱۴) ابوالسعود العمادی (جو کہ مشہور تفسیر کے مصنف ہیں)۔

نیز ان کے علاوہ بعد کے دور کے اور بھی علماء ہیں جنہوں نے مولیٰ کو اولیٰ کے معنی میں استعمال کیا ہے، جیسے:

(۱۵) شہاب الدین الخفاجی جس کے بارے میں پہلے ہی ذکر آچکا ہے۔ ان کے علاوہ بعض تعلیقات اور حاشیہ لکھنے والوں کا بھی ایک گروہ ہے جو بڑے بڑے علماء اور اساتذہ پر مشتمل ہے، جنہوں نے تفسیر البیضاوی پر حاشیہ میں یہی بات لکھی ہے۔ اس شبہہ کو دور کرنے کے لئے اتنا جواب کافی ہے۔

قرآن کریم سے بھی اس شبہہ کا جواب بہترین طریقہ سے دیا جا سکتا ہے۔ یہ کلمہ ''مولیٰ'' قرآن میں موجود ہے اور اس کی تفسیر میں آیا ہے کہ اس سے مراد اولیٰ بالتصرف کے ہیں۔ سورۃ حدید میں اللہ فرماتا ہے: (هِيَ مَوْلَاكُمْ) یعنی وہی تم سب کا صاحبِ اختیار

(مولا) ہے "وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ" یعنی اور تمہارا بدترین انجام ہے[1]۔ اس بارے میں کثیر تعداد میں احادیث اور فصیح عربی اشعار بھی موجود ہیں، اور ممتاز صاحبان لغت کے کلمات بھی دستیاب ہیں۔

پس آپ دیکھیں عبقات الانوار، نفحات الازھار فی خلاصۃ طبقات الانوار میں حدیث غدیر کے باب کو، اسی طرح علامہ شیخ امینیؒ کی کتاب الغدیر، اس میں یہ ساری تفصیل موجود ہے اور میں یہ نہیں سمجھتا کہ یہ مطالب وتفصیلات حاصل کرنا آپ کے لئے کوئی مشکل کام ہوگا۔

بعض کہتے ہیں حدیث غدیر امامت علی علیہ السلام پر دلالت کرتی ہے لیکن جناب عثمان کے بعد

جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ان تمام اشکالات کے باوجود انہیں کوئی خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں ہورہا ہے اور وہ یہ دیکھتے ہیں کہ علی علیہ السلام کی غدیر کے دن موجودگی کے انکار سے کوئی فائدہ نہیں اور انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ حدیث غدیر کے تواتر کا انکار بھی بے سود رہا۔ اور انہوں نے یہ بھی بہت اچھی طرح دیکھ لیا کہ کلمہ ولی کے اولیٰ بالتصرف کے معنی پر نہ آنے کے اعتراض سے بھی کوئی فائدہ حاصل نہیں ہورہا تو انہوں نے اپنے آپ کو مجبور پاتے ہوئے حدیث غدیر کی روشنی میں امیر المومنین علی علیہ السلام کی امامت کو تسلیم کرلیا، اور علی علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح لوگوں کے نفوس پر اولیٰ بالتصرف مان لیا۔ لیکن وہ اس بات کا اعتراف نہیں کرنا چاہتے تھے تو کہنے لگے کہ ہم مانتے ہیں کہ یہ حدیث علی علیہ السلام کی امامت پر دلالت کرتی ہے لیکن اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیخین کے بعد عثمان اور ان کے بعد چوتھے درجے پر علی علیہ السلام کی خلافت کا ارادہ کیا ہے جیسا کہ تاریخ میں بھی واقع ہوا، ان کے نزدیک شیخین عثمان سے افضل ہیں لیکن عثمان علی علیہ السلام سے افضل ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں ان کے درمیان اختلاف ہے۔ کیونکہ ان میں سے بعض علی علیہ السلام کو عثمان پر فضیلت دیتے ہیں۔

---

[1] ۔الحدید/ ۱۵

لیکن میرے نزدیک اور یہ میں اللہ کو حاضر و ناظر جان کر بیان کر رہا ہوں کہ اہل سنت کی روایات کی روشنی عثمان کو شیخین سے افضل ہونا چاہیئے۔ یہ نتیجہ میں نے اُن کی اپنی احادیث کی روشنی میں لیا ہے اور میں اس دعوے کو ان کی جانب سے نقل شدہ روایات سے ثابت بھی کر سکتا ہوں لیکن اس کے لئے کسی اور فرصت میں انشاء اللہ بحث کریں گے۔ اور اس بحث کا اپنا ایک فائدہ ہے، کیونکہ اس بحث کے نتیجہ میں اگر علی علیہ السلام عثمان سے افضل ہوئے، جیسا کہ ان کے بڑے بڑے علماء کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے، اس صورت میں انہی کے نزدیک علی علیہ السلام کی فضیلت تمام خلفاء پر یقینا ثابت ہو جائے گی۔

بہر حال انہوں نے امامت علی علیہ السلام کو جو حدیث غدیر سے ثابت ہے، کم از کم عثمان کے بعد ہی سہی، مان لیا ہے۔

لیکن ان کا یہ اعتراف:

پہلے مرحلے میں تو محتاج ہے کہ دلائل سے ثابت کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امامت اور خلافت کس کی تھی اور کس ترتیب سے، پس اگر وہ تینوں خلفاء کی امامت و خلافت کی صحت پر دلیل قائم کر سکے تو پھر حدیث غدیر کی روشنی میں علی علیہ السلام کی ان تینوں کے بعد خلافت و امامت مانی جائے گی۔ لیکن حقیقت اس سے مختلف ہے کیونکہ اگر ان کے پاس ایسی کوئی معتبر اور قابل قبول دلیل ہوتی جو ان کے نظریہ کو ثابت کرتی تو پھر اس بارے میں ہمارے اور ان کے درمیان کوئی اختلاف ہی نہ ہوتا۔ لہٰذا یہ عقیدہ صرف ایک دعویٰ ہی کی حد تک ہے جسے اپنے مقام پر ثابت کیا جانا ہے۔

دوسرے مرحلے میں یہ کہ حدیث غدیر کا مفہوم ہی یہ ہے کہ علی علیہ السلام ان تمام پر جن میں شیخین بھی شامل ہیں اولویت رکھتے ہیں۔

تیسری مرحلے میں ہم ان سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ان صحیح احادیث کا کیا جواب دیں

گے جو تینوں خلفاء کی غدیر کے دن علی علیہ السلام کی امامت وخلافت پر بیعت اور ان حضرات کی علی علیہ السلام کو مبارکباد کے ذیل میں وارد ہوئی ہیں۔ اوراس کے علاوہ خلیفہ دوم کا یہ جملہ مشہور ہے کہ انہوں نے کہا: بخ بخ یا علی اصبحت مولای و مولیٰ کل مؤمن و مؤمنة یعنی اے علی علیہ السلام تمہیں مبارک ہو، مبارک ہو تم میرے اور ہر مؤمن ومؤمنہ کے مولیٰ بن گئے۔ یہ دنیا کے مشہور کلمات میں سے ایک ہے۔ جس طرح انہی کا یہ جملہ بھی مشہور ہے ''اگر علی علیہ السلام نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا''۔ جس سے ہر عالم وجاہل واقف ہے اوراس جملے کو جانتا ہے۔ یہاں تک کہ بچے بھی علی علیہ السلام کے حق میں عمر کے کہے ہوئے اس جملے کو جانتے ہیں، اورانہیں یاد ہے۔

اب آپ ہی بتایئے ان کی اس بیعت کے بعد ہم کیسے مان سکتے ہیں کہ حدیث غدیر عثمان کے بعد علی علیہ السلام کی امامت کو ثابت کرتی ہے۔ کیا غدیر خم کے موقع پر علی علیہ السلام کی بیعت تیسرے خلیفہ کے طور پر کی تھی؟ خلاصہ یہ کہ اعتراض بھی لاحاصل ہے اور وہ خود بھی اس سے خوب آگاہ ہیں۔

ایک اعتراض یہ کہ حدیث غدیر باطنی امامت پر دلالت کرتی ہے

کیا حدیث غدیر کی کوئی اور توجیہ ہو سکتی ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ ہاں! بلاشبہ حدیث غدیر علی علیہ السلام کی امامت پر دلالت کرتی ہے۔ لیکن امامت کی دو قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک امامت باطنی ہے، جو کہ صوفی حضرات کے پاس ایک معروف اصطلاح ہے۔ پس علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسلمانوں کے بلافصل خلیفہ ہیں، لیکن وہ باطنی امام ہیں۔ یعنی وہ معنوی اور روحانی امور میں امام ہیں جب کہ شیوخ ثلاثہ مسلمانوں کے ظاہری امور کے خلیفہ ہیں اور انہیں مسلمانوں پر حکومت کرنے اور امر ونہی کرنے کا اختیار حاصل ہے، ان کا حکم اطاعت مانا جائے گا، بیت المال پر ان کا اختیار اور انہی کا حکم نافذ العمل ہے۔

وہ اس طرح سے یہ بات کہتے ہیں کہ گویا امر خلافت اور امامت کی تقسیم ان لوگوں کو سونپی گئی ہو اور انہوں نے امامت باطنی کو علی علیہ السلام اور اولادِ علی علیہ السلام کے لئے قرار دیا اور امامت ظاہری کو ان تینوں خلفاء کے لئے معین کر دیا اور ان کے بعد معاویہ، اور اس کے بعد یزید کے لئے، اس کے بعد متوکل کے لئے، اسی طرح دیگر لوگوں کے لئے۔ سلسلہ بسلسلہ آج تک لوگوں کو خلیفہ و امام قرار دینا ان کا وظیفہ ہے۔

یعنی گویا ان کو اختیار حاصل ہے کہ علی علیہ السلام سے کہیں کہ اے علی علیہ السلام! آپ باطنی امامت سنبھال لیں اور اے فلاں حضرت! تم ظاہری امامت لے لو۔ یہ تو بالکل مضحکہ خیز بات ہوگی۔ ان کی یہ بات اگر واقعاً کسی بات پر دلیل ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنی بات کو ثابت کرنے سے عاجز اور ناتوان ہیں۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٦٥﴾

پس آپ کے پروردگار کی قسم کہ یہ ہرگز صاحبِ ایمان نہ بن سکیں گے جب تک آپ کو اپنے اختلافات میں حکم نہ بنائیں اور پھر جب آپ فیصلہ کر دیں تو اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی کا احساس نہ کریں اور آپ کے فیصلہ کے سامنے سراپا تسلیم ہو جائیں[۱]۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿٢٠١﴾

پروردگار ہمیں دنیا میں بھی نیکی عطا فرما اور آخرت میں بھی اور ہم کو عذاب جہنّم سے محفوظ فرما[۲]۔

وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ

اللہ کی ہدایت نہ ہوتی تو ہم یہاں تک آنے کا راستہ بھی نہیں پا سکتے تھے[۳]۔

۱۔ سورہ نساء آیت ۶۵

۲۔ سورہ بقرہ آیت ۲۰۱

۳۔ سورۃ الاعراف: ۴۳

حمد اسی پروردگار یکتا کے لئے ہے جس نے ہمیں امیر المؤمنین علیہ السلام علی ابن ابی طالب اور ان کی معصوم آل علیہم السلام کی ولایت سے سرفراز فرمایا۔

وآخر دعوانا آن الحمد اللہ رب العالمین

وصلی اللہ علی محمد ﷺ وآلہ الطاھرین۔